مواصلاتی نکاح کی شرعی حیثیت

(تحقیقی جائزہ)

حافظ عبدالباسط خان*

سائنس کی حیرت انگیز ایجادات ''فقہ النوازل (نوپید مسائل کی شرعی تحقیق) کے اسلامی ذخیرہ میں قابل قدر اضافے کا سبب بنی ہیں۔ شریعت اسلامیہ ہر زمان اور ہر مکان کے لیے ہدایات و راہنمائی کا مکمل سامان فراہم کرتی ہے۔ اس کی یہی خصوصیت اسے ادیان و شرائع میں ممتاز و منفرد مقام عطا کرتی ہے۔ فقہاء اسلام کے عالی دماغوں نے فقہ تقدیری کے تحت نہ صرف مستقبل کے ممکنہ پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کیا ہے بلکہ ایسے مستحکم اصول و قواعد بھی وضع کیے ہیں جن کے تحت ہر دور کے مسائل کا حل تلاش کیا جاسکتا ہے۔

معاصر دور کے معاشرتی مسائل میں ایک اہم مسئلہ ''مواصلاتی نکاح'' کا بھی ہے۔ مواصلاتی نکاح کو فاصلاتی نکاح اور ٹیلفونک نکاح کا عنوان بھی دیا جاتا ہے۔ اس نکاح کی شرعی حیثیت پر گفتگو کرتے ہوئے سب سے پہلے یہ طے کر لینا ضروری ہے کہ مواصلاتی نکاح، کس نکاح کو کہا جائے گا۔ اس لیے کہ عرف عام میں ٹیلی فون کے ذریعے توکیل نکاح کو بھی مواصلاتی نکاح کہہ دیا جاتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایجاب و قبول کرنے والے جب ایک دوسرے سے دور ہوں تو مجیب، قبول کرنے والے کے شہر میں کسی جاننے والے کو بذریعہ ٹیلی فون اپنا وکیل بنا دیتا ہے اور پھر یہ وکیل، مجیب کی طرف سے ایجاب کر دیتا ہے اور قبول کرنے والا فرد (جو عموماً لڑکی ہوتی ہے) وہ اس ایجاب کو قبول کر لیتی ہے اور دو گواہ اس شرعی عقد پر قائم ہو جاتے ہیں۔

وسیع تر معنی میں اگر چہ اسے بھی مواصلاتی نکاح کہا جاسکتا ہے۔ یہ مذکورہ بالا صورت معاصر فقہاء کرام کے ہاں متفق علیہ ہے۔ اس لیے کہ اس کے جواز میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ ٹیلی فون کے ذریعے کسی شخص کو اپنی طرف سے وکیل مقرر کرنا درست ہے (۱)۔ تاہم حقیقی مواصلاتی نکاح وہی ہے جس میں مجیب براہ راست بذریعہ ٹیلی فون ایجاب کرے اور دوسری طرف قبول کرنے والا فرد (لڑکی) مجیب کے اسی ایجاب کو سن کر قبول کر لے اور دو شرعی گواہ اس پر قائم ہوں۔ کیا ایسی صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا؟

اس سوال کا جواب دینے کے لیے چند تنقیحات کا طے کر لینا ضوری ہے۔

اتحاد مجلس عقد: فقہاء کے ہاں کلیدی شرط ہے ظاہر ہے کہ اتحاد مجلس سے یہی مراد ہے کہ ایجاب و قبول کی مجلس ایک ہی ہو۔

---

* لیکچرار، شیخ زاید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

"المجلس المتحده ان لا يشتغل احد المتعاقدين بعمل غير ماعقد له المجلس او ما هودليل الا عراض عن العقد، اطلق القيام، ولم يقيده بالانتقال عن المجلس بناء على ظاهر مافى الهداية و مشى عليه جمع و اختاره قاضى خان معللا بانه دليل الاعراض......
و اشاربا لقيام الى ان المجلس يتبدل بما يدل على الاعراض كالاشتغال لعمل آخر كالأكل الا اذا كان لقمة او شرب الا اذا كان القرح فى يده فشرب و نوم الا النوم جالسا و صلاة الااتمام فريضة و اتمام لشفع نفلا فلوا تمه اربعا بطل و كلام، و لو لحاجة و منه ايجاب لا نسان بعد الايجاب الاول فاذا قبلا كان للثانى لبطلان الاول كما قدمناه او مشى الاخطوة او خطو تين ...... و على اشتراط اتحاد المجلس تفرع لو تبايعا و هما يمشيان او يسيران، و لوكانا على دابةٍ واحدة لم يصح فى ظاهر الرواية لا ختلاف المجلس و اختار غير واحد كا لطحاوى وغيره انه ان اجاب على فور كلامه متصلا جاز و صححه فى المحيط (۲)۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہی مجلس متحد کہلائے گی جس میں متعاقدین میں سے کوئی بھی ایسا عمل نہ کرے جس کے لیے مجلس منعقد نہیں کی گئی، یا پھر کوئی ایسا عمل جو عقد سے اعراض کی دلیل ہو، مثلاً مجیب کے ایجاب کے بعد دوسرا فریق بجائے جواب دینے کے کھانا کھانے میں مشغول ہوجائے (ایک لقمہ لینا اس زمرے میں نہیں آتا) یا پانی پینے میں مشغول ہوجائے (ہاتھ میں موجود برتن سے پی لینا اس زمرے میں نہیں آتا) حتیٰ کہ اگر دوسرا عاقد نماز پڑھ رہا ہو اور مجیب ایجاب کرے تو اسے صرف فرض نماز کی یا دو رکعت نفل مکمل کرنے کی اجازت ہے۔

نیز یہ کہ اگر فریقین ایک ہی سواری پر سوار ہوں اور سواری چل رہی ہو تو ایسی صورت میں ظاہر الروایۃ کا فیصلہ یہی ہے کہ ایجاب وقبول معتبر نہیں۔ اس لیے کہ سواری کے چلنے کے باعث اتحاد مجلس ممکن ہی نہیں ہاں! اس مؤخر الذکر مسئلے میں طحاوی کی رائے یہ ہے کہ اگر مجیب کے ایجاب کے فوراً بعد دوسرے فریق کی جانب سے قبول ہوجائے تو گنجائش ہے۔

ظاہر کہ ایسی کڑی پابندیوں کے بعد ٹیلی فون پر اتحاد مجلس کا امکان بھی مخدوش ہوجاتا ہے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ فقہاء بجائے خود اتحاد مجلس کی دو قسموں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ایک اتحاد حقیقی جیسے عمومی صورت میں عاقدین آمنے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں۔ یا اتحاد حکمی جیسے مجیب کسی سفیر کے ہاتھ ایک خط بھیج دے جو ایجاب پر مشتمل ہو اور وہ سفیر مجلس میں وہ خط دوسرے فریق کے سامنے دو گواہوں کی موجودگی میں پڑھ کر سنا دے یا دوسرا فریق خود اسے اونچی آواز میں پڑھ لے اور اس میں موجود ایجاب کو قبول کرلے۔

و مقتضاه ان قراء ة الكتاب فى مجلس الاخر لابدمنها ليحصل الاتصال بين الايجاب و القبول، و حنيئذ فاتحاد المجلس شرط فى الكتاب ايضا، و انما الفرق هو قيام الكتاب و امكان قراء ته ثانيا...... والظاهر انه لو كان مكان الكتاب رسول بالايجاب فلم تقبل المرء ة ثم اعاد الرسول الايجاب فى مجلس آخر فقبلت لم يصح، لا ن رسالته انتهت اولا،

مجلس ہی میں کوئی فعل ایسا سرزد نہ ہو جو اعراض کی دلیل ہو۔ لہٰذا اگر مجیب نے ٹیلی فون پر براہ راست ایجاب کیا اور قبول کرنے والے نے فوراً بلا تاخیر قبول کرلیا تو یہاں اعراض کی کوئی علامت نہیں پائی گئی۔ اس لیے بظاہر خط اور ٹیلی فون میں کوئی ایسا فرق نہیں ہے جس کے باعث ٹیلی فون کو خط پر قیاس نہ کیا جاسکے۔

آواز میں مشابہت کا مسئلہ:

فقہائے کرام کے ہاں آواز میں مشابہت بھی عقود کو متاثر کرتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے خط میں مشابہت عقود کو متاثر کرتی ہے۔ مقدم الذکر کو فقہاء ''ان النغمة تشبة النغمة'' اور موخر الذکر کو ''ان الخط يشبه الخط'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

خط کی خط کے ساتھ مشابہت کا تذکرہ فقہاء نے کتاب القاضی الی القاضی، کتاب العشر اور کتاب الشھادات میں کیا ہے۔ یہاں کتاب الشھادات کی مثال کافی ہوگی۔

اگر ایک شخص کسی معاملہ پر گواہ ہوگیا تھا۔ پھر کافی مدت گزرنے کے بعد مقدمہ کے دوران اسے شہادت دینے کے لیے بلایا گیا۔ اس نے رجسٹر میں اپنی گواہی کے متعلق تحریر پڑھی تو کیا ایسی صورت میں یہ ضروری ہے کہ وہ متعلقہ واقعہ مکمل طور پر اس کے ذہن میں محفوظ ہو یا صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اسے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر اور مہر پر اعتماد ہو کہ یہ میری ہی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ جب تک اسے متعلقہ واقعہ یاد نہ ہو، محض اس تحریر پر اعتماد کر کے گواہی دینا درست نہ ہوگا نہ ہی قاضی اس کی گواہی قبول کرے گا۔ اس لیے کہ خط اور مہر کا کوئی اعتبار نہیں۔ کاسانی کے الفاظ میں:

"لان الخط يشبه الخط و الختم يشبه الختم ويحرى فيه الاحتيال و التزويرمع ما ان الخط للتذكر فخط لا يذكر، وجوده و عدمه بمنزلة واحدة"(۷)

البتہ صاحبین کی رائے یہ ہے کہ مدت مدید گزر جانے کے بعد واقعہ کا یاد رہنا مشکل ہے۔ انسان نسیان ہی سے عبارت ہے۔ دوسری طرف اگر ہر ہر واقعہ کا یاد رہنا، گواہی کے لیے شرط بنا دیا جائے تو پھر گواہی کا سارا نظام ہی معطل ہو جائے گا اور لوگوں کے حقوق ضائع ہونا شروع ہو جائیں گے۔

فلو شرط تذكر الحادثة لا داء الشهادة الا نسد باب الشهادة فيؤدى الى تضييع الحقوق، و هذا لايجوز'' (۸)

صاحب فتح القدیر علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے دونوں اقوال کے درمیان تطبیق کی یہ صورت پیدا کی ہے کہ اگر تحریر کا حامل رجسٹر ہمیشہ اس گواہ ہی کے ذاتی قبضہ میں ہوتا ہے پھر تو محض اپنی تحریر ہی پر اعتماد کر کے گواہی دینے کی گنجائش نکلتی ہے لیکن اگر یہ رجسٹر کسی دوسرے شخص کے قبضہ میں ہے تو پھر یقیناً خط کی خط کے ساتھ مشابہت کے عنصر کی وجہ سے اسے محض اس تحریر ہی پر اعتماد کر کے گواہی دینا جائز نہیں (۹)۔

بخلاف الكتابة لبقائها(٣)۔
ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد با لخطاب و صورته ان يكتب اليها يخطبها فاذا بلغها الكتاب احضرت الشهود و قراته عليهم و قالت زوجت نفسى منه اوتقول ان فلانا كتب الى يخطبنى فاشهدوا انى زوجت نفسى منه اما لو لم تقل بحضر تهم سوى زوجت نفسى من فلان لاينعقد لان سماع الشطرين شرط صحة النكاح و باسماعهم الكتاب او التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين بخلاف اذا انتفيا(٤)۔

نیز یہ ضروری ہے کہ مجیب کا ایجاب اور قبول کرنے والے کا قبول اتنی اونچی آواز سے ہو کہ دو گواہ اسے سن لیں، اس لیے کہ نکاح ان معاملات میں سے ہے جس پر دو شرعی گواہ قائم کرنا ضروری ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ:

"لانكاح الا بولى و شاهدى عدل "(۵)

ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں عام ٹیلی فون جس میں لاؤڈ سپیکر کی گنجائش نہیں ہوتی، اس پر نکاح منعقد ہی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یا تو گواہ مجیب کی طرف میں موجود ہوں گے یا قبول کرنے والے کی طرف میں ۔ دونوں صورتوں میں دوسری طرف کا کلام وہ سن ہی نہیں سکتے۔ اس لیے یہ بات تو طے ہے کہ اگر ٹیلی فون پر نکاح جائز قرار دیا جائے تو وہ اسی فون پر ہوسکتا ہے جس میں لاؤڈ سپیکر ہو جو بوقت ایجاب وقبول کھول دیا جائے۔ البتہ یہ طے کرنا ضروری ہے کہ کیا ٹیلی فون کو خط پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ غور کرنے پر ٹیلی فون اور خط میں دو فرق واضح ہوتے ہیں:

پہلا فرق یہ ہے کہ خط میں یہ صورت ہوتی ہے کہ وہ قبول کرنے والے کی مجلس میں دوبارہ پڑھا جاتا ہے جبکہ ٹیلی فون کی صورت میں مجیب کا ایجاب یا اس کی مجلس کا ایجاب ہے یا پھر قبول کرنے والے کی مجلس کا ایجاب ہے۔ ظاہر ہے کہ صورت اول ہی راجح ہے لہٰذا وہ ایجاب دوبارہ قبول کرنے والے کی مجلس میں نہیں ہوا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایجاب و قبول متصل نہیں ہوئے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ خط میں دوبارہ، سہ بارہ غور کرنے کی نوبت آجاتی ہے۔ جبکہ ٹیلی فون میں ایسا نہیں ہوتا۔ ٹیلی فون پر ایک قسم کا حجاب بہرحال رہتا ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ خط اور ٹیلی فون میں بادی النظر میں فرق محسوس ہوتا ہے لیکن قابل غور نکتہ یہ ہے کہ خط کی صورت میں مجیب کی مجلس میں جب خط دوبارہ پڑھا جاتا ہے تو کیا وہ نئے سرے سے ایجاب شمار ہوتا ہے یا اسی ایجاب کا تسلسل ہوتا ہے۔ فقہاء کرام کے کلام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایجاب، اسی ایجاب کا تسلسل ہے۔

(قوله لو حاضرين) احترز به عن كتابة الغائب لما فى البحر عن المحيط الفرق بين الكتاب و الخطاب ان فى الخطاب لو قال: قبلت فى مجلس آخر لم يجز و فى الكتاب يجوز ، لان الكلام كما وجد تلاشئ فلم يتصل الايجاب بالقبول فى مجلس آخر فاما الكتاب فقائم فى مجلس آخر ، و قراء ته بمنزلة خطاب الحاضر فاتصل الايجاب بالقبول فصح (٦)۔

نیز عبارت سابقہ میں اتحاد مجلس کے بارے میں ایک قاعدہ یہ بھی درج ہے کہ قبول کرنے والے کی طرف سے

آواز کی آواز کے ساتھ مشابہت کا تذکرہ فقہاء کے ہاں اندھے کی گواہی کی قبولیت وعدم قبولیت کے ذیل میں ملتا ہے۔ نیز باب الشہادت کے ایک خاص جزئیہ میں بھی اس کا تذکرہ ملتا ہے۔

جہاں تک اندھے کی گواہی کا تعلق ہے تو امام ابوحنیفہ، امام محمد اور امام شافعی، اس کی گواہی کو جائز نہیں سمجھتے جبکہ امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام ابو یوسف ایسی صورت میں اس کی گواہی کو جائز قرار دے دیتے ہیں۔ جبکہ اسے آواز کی مکمل پہچان ہو اور وہ تیقن کے ساتھ آوازوں میں امتیاز کرکے آواز پہچان سکتا ہو کہ کس کی ہے(۱۰)۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ان کے ہاں بھی اس کی شہادت صرف اقوال ہی کے معاملہ میں چل سکتی ہے نہ کہ افعال کے معاملہ میں۔ وہ فقہاء جو اندھے کی گواہی کو جائز قرار دیتے ہیں، ان کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ جو آیات، شہادت کے بارے میں وارد ہیں وہ مطلق ہیں، ان میں بینائی کی کوئی قید نہیں ہے نیز یہ کہ نابینا ایک عادل آدمی ہوتا ہے لہٰذا بینا کی طرح اس کی گواہی بھی قابل قبول ہونی چاہیے۔ نیز یہ کہ سماعت بھی ان حواس میں شامل ہے، جن سے تیقن حاصل ہوسکتا ہے۔

جبکہ وہ فقہاء جو اس کی گواہی کو جائز قرار نہیں دیتے ان کی دلیل یہ ہے کہ نابینا شخص آوازوں میں امتیاز نہیں کرسکتا۔ اس لیے کہ آوازیں ایک دوسرے کے مشابہہ ہوتی ہیں۔ لہٰذا اس کی گواہی جائز قرار دینے سے لوگوں کے حقوق کے ضیاع کا خطرہ ہے(۱۱)۔

حنفیہ (باستثنائے امام ابو یوسف) تو اس معاملہ میں اس قدر سخت رائے رکھتے ہیں کہ اگر ایک شخص بوقت تحمل شہادت بینا تھا پھر اندھا ہوگیا تو وہ اس کی گواہی کو بھی قابل قبول نہیں سمجھتے۔ زیلعی حنفیہ کی دلیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ولنا ان الاداء يفتقر الى التميز بين الخصمين ولا يفرق بينهما الا بالنغمة فيخشى عليه التلقين من الخصم اذالنغمة تشبة النغمة و ربما يشاركه غيره فى الاسم، و النسب فكان فيه شبهة"(١٢)

اسی طرح اگر کچھ لوگ کسی مکان میں داخل ہوئے اور ان کے داخل ہونے سے پہلے کوئی شخص وہاں موجود نہ تھا پھر یہ لوگ اس مکان کے دروازے پر بیٹھ گئے درآنحالیکہ اس گھر کا کوئی اور دروازہ بھی نہ تھا۔ اب ان کے سامنے ایک شخص اندر داخل ہوا اور ایسی جگہ چلا گیا کہ یہ لوگ اس کی آواز تو سن سکتے ہیں مگر اسے دیکھ نہیں سکتے۔ اب اگر یہ شخص کسی چیز کا اقرار کرے اور یہ اس کے اقرار کو سن لیں تو ایسی صورت میں یہ لوگ اس کے اقرار پر گواہی دے سکتے ہیں کیونکہ یہاں النغمة تشبة النغمة کا احتمال نہیں۔ وگرنہ اگر یہ صورت ہو کہ کسی بھی قسم کے حجاب مثلاً دیوار، پردہ وغیرہ کے پیچھے سے یہ کسی کی آواز سنیں، جس میں کسی امر کا اقرار کیا گیا ہو تو یہ باوجودیکہ اس آواز کی پہچان کرسکتے ہوں اس اقرار پر گواہی نہیں دے سکتے، اس لیے کہ عین ممکن ہے کہ وہاں ایک سے زیادہ اشخاص موجود ہوں لہٰذا ''النغمة تشبة النغمة کا احتمال موجود ہے(۱۳)۔

ان دو مشابہتوں کے احتمال کا قدرے تفصیل سے اس لیے تذکرہ کیا گیا ہے کہ اندازہ ہو سکے کہ فقہاء کرام کے ہاں شرعی حکم کے اثبات اور شرعی عقد کے انعقاد کے لیے کتنی کڑی شرائط مقرر کی گئی ہیں اور شہادت کا کیسا کڑا معیار مقرر کیا گیا ہے۔

بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ آواز کی آواز کے ساتھ مشابہت کے باعث ٹیلی فون پر منعقدہ نکاح کا جواز تقریباً ناممکن ہے۔ تاہم جہاں فقہاء خصوصاً حنفیہ نے اندھے کی گواہی کو سختی سے رد کر دیا ہے وہاں نکاح کے معاملے میں اس کی گواہی کو قبول کر لیا ہے۔

وكذا بصر الشاهد ليس بشرط فينعقد النكاح بحضور الأعمىٰ لماذ كرنا ولان العمىٰ لايقدح الا فى الاداء لتعذر التمييز بين المشهود عليه و بين المشهود له الا ترى انه لايقدح فى ولاية الأ نكاح و لا فى قبول النكاح بنفسه ولا فى المنع من جواز القضاء بشهادته فى الحملة فكان من اهل ان ينعقد النكاح بحضوره (١٤)۔

''اور اسی طرح گواہ کا بینا ہونا بھی شرط نہیں ہے لہٰذا دو اندھوں کی گواہی سے بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔ اس بنیاد کی بناء پر جسے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، نیز اس لیے بھی کہ نابینا پن تو اداء شہات میں مخل ہے (نہ کہ تحمل شہادت میں) کیونکہ وہاں اس کے لیے اس گواہی کے موافق اور مخالف میں امتیاز مشکل ہے (یعنی وہ یہ تمیز نہیں کر سکتا کہ یہ گواہی کس کے مخالف دی جا رہی ہے اور کس کے حق میں دی جا رہی ہے) کیا تم دیکھتے نہیں کہ یہی نابینا پن اس کی نکاح کرانے کی ولایت کو متاثر نہیں کرتا (اور یہ نابینا کسی کا نکاح کروانے کی ولایت حاصل کرنے کا حقدار ہے) نیز یہ کہ خود اپنے نکاح کو قبول کرنے میں بھی اس کا اندھا پن مخل نہیں ہے۔ نیز مجموعی اور عمومی طور پر اس کی شہادت کی بنیاد پر فیصلے کے جواز کو بھی اس کا اندھا پن متاثر نہیں کرتا تو پھر یہ اس کا اہل تو ہو گیا کہ اس کی گواہی اور موجودگی سے نکاح منعقد ہو سکے''

علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے اس مندرجہ بالا عبارت سے قدرے پہلے نکاح میں ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی گواہی، فاسق کی گواہی اور اندھے کی گواہی کے جواز کے بارے میں بعض مشائخ کے حوالے سے تین قواعد ذکر کیے ہیں۔ انہی کی طرف اس مندرجہ بالا عبارت میں اشارہ کیا ہے وہ اصول یہ ہیں:

الف: کل من صلح ان یکون ولیا فی النکاح بولایۃ نفسه یصلح شاهدا فیه و الافلا'' (۱۵)

یعنی ہر وہ شخص جو کسی کے نکاح کا ولی بن سکتا ہے وہ نکاح میں گواہ بھی بن سکتا ہے اور جو ولایت نکاح کا حقدار نہیں وہ نکاح میں شہادت کا حقدار بھی نہیں۔ اس لیے کہ جس طرح ولایت مشیت وارادہ کی تنفیذ ہے اسی طرح گواہی غیر پر اپنے قول کی تنفیذ ہے۔ لہٰذا جو ولایت نکاح نہیں رکھتا وہ گواہی کا حقدار کیسے ہو سکتا ہے۔

ب۔ کل من یملك قبول عقد بنفسه ینعقد ذلك العقد بحضورہ و من لافلا (۱۶)۔

یعنی ہر وہ شخص جو خود عقد کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ اس بات کا بھی حقدار ہے کہ اس کی گواہی اور موجودگی

میں وہ عقد منعقد ہو جائے۔ اس لیے کہ جس طرح شہادت عقد کا ایک رکن ہے، ایجاب وقبول بھی عقد کے ارکان ہی میں ہیں۔ جس طرح قبول کے بغیر ایجاب کا کوئی وجود نہیں، اسی طرح شہادت کے بغیر ایجاب کی کوئی حیثیت نہیں۔ لہٰذا جو عقد کے رکن ''قبول'' کا مالک ہے وہ عقد کے رکن ''شرط'' کا بھی حق دار ہے۔

ج۔ وعن ابی یوسف رحمه الله انه اصل فیه اصلاً و قال کل من جاز الحکم بشهادته فی قول بعض الفقهاء ینعقد النکاح بحضوره و من لا یحوز الحکم بشهادته عنداحدٍلایحوز بحضوره(۱۷)۔

یعنی ہر وہ شخص جس کی شہادت کسی فقیہہ کے نزدیک جائز ہے، اس کی شہادت سے نکاح منعقد ہو جائے گا اور جس کسی شخص کی گواہی کسی ایک فقیہہ کے نزدیک بھی معتبر نہیں اس کی موجودگی سے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

نیز علامہ کاسانی نے یہ قاعدہ بھی ذکر کیا ہے کہ: ''ان عمومات النکاح مطلقة عن الشرط''(۱۸)

یعنی نکاح کے مسائل شرائط وقیودات فقہیہ معتبرہ سے آزاد ہیں۔

اس بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ''النغمة تشبة النغمة'' جس کا تذکرہ خود فقہاء حنفیہ کے کلام میں موجود ہے اور جس کے باعث وہ باقی ابواب فقہ میں نابینا کی گواہی قبول نہیں کرتے، خود اسی شبہہ کو وہ باب نکاح میں موثر نہیں سمجھتے۔ جب دو اندھوں کی گواہی سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے تو پھر لازماً ٹیلی فون پر آنے والی آواز جسے بیک وقت فریق ثانی (قبول کرنے والا) اور گواہ سن رہے ہیں، اس سے نکاح کیوں منعقد نہیں ہوگا۔

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اگر دو اندھوں کی گواہی سے منعقد ہونے والا نکاح قاضی کے ہاں بطور مقدمہ کے پیش ہو تو پھر یہ اندھے اس شخص کے حق میں گواہی دینے کے اہل نہ ہوں گے جس نے نکاح کیا ہے اس لیے کہ مرافعہ (قاضی کے پاس مقدمہ پہنچ جانے) کے بعد یہ موقع اداء شہادت کا ہے اور اندھا اداء شہادت کے موقع پر مشہود لہ اور مشہود علیہ میں تمیز کرنے سے قاصر ہے(۱۹)۔

بادی النظر میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ جب مواصلاتی نکاح میں اشتباہ اصوات کے معاملہ میں اندھے کی گواہی کے جواز سے گنجائش نکالی گئی ہے تو پھر اندھے کی گواہی کے لوازمات ومتعلقات یہاں بھی لاگو ہونے چاہئیں۔ گویا پھر مواصلاتی نکاح کی کوئی عدالتی حیثیت نہ ہوگی۔ معاصر آراء وفتاوی جات میں سے صرف ڈاکٹر مفتی عبدالواحد نے اندھے کی گواہی کی بنیاد پر مواصلاتی نکاخ کے جواز کی رائے اختیار کی ہے(۲۰)۔ ورنہ شیخ محمد ابراہیم، ڈاکٹر وھبہ الزحیلی، فتاوی حقانیہ اور خیر الفتاویٰ کے محررین ومرتبین نے اس بنیاد کا تذکرہ نہیں کیا(۲۱)۔ ظاہر ہے کہ جب ان کے ہاں اس بنیاد سے استدلال ہی نہیں تو ان کے ہاں اس کے لوازمات ومتعلقات کی رعایت بھی نہیں۔

راقم کے خیال میں اگر ایک نظر معروضی حالات پر ڈالی جائے تو صورت حال یہ ہے کہ مواصلاتی نکاح کی ضرورت عموماً وہاں ہوتی ہے جہاں لڑکی اور لڑکا دو مختلف ممالک میں ہوں اور ان کا جلد بدیر ایک ہی ملک میں اکٹھا ہونا ناممکن ہو

اور مواصلاتی نکاح کے بعد دونوں ایک ہی ملک میں رہنا چاہتے ہوں۔

ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اس مواصلاتی نکاح کے کاغذات تیار کروائے جاتے ہیں۔جس میں عاقدین اور گواہان کے دستخط لیے جاتے ہیں ایسی صورت میں اگر تو عاقدین امانت و دیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بنفس نفیس دستخط ثبت کریں ور گواہان ان کے دستخط بھی پہچان سکتے ہوں تو اس مواصلاتی نکاح کی توثیق ہو جاتی ہے جس سے اس کے جواز کی بنیاد اندھے کی گواہی کے جواز پر نہیں رہتی بلکہ یہ معاملہ اس کی نسبت مزید پختہ ہو جاتا ہے۔لہٰذا راقم کے خیال میں اس کی عدالتی حیثیت برقرار رہے گی اور نکاح عدالت میں چیلنج ہو جانے کی صورت میں گواہان کی گواہی بھی قابل وثوق ہو گی۔

انٹرنیٹ کے ذریعے منعقد ہونے والے نکاح کی شرعی حیثیت:

مواصلاتی نکاح ہی کی ایک جدید قسم انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح ہے۔البتہ اتنی بات ضرور واضح رہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعے اگر فون پر رابطہ ہو جائے جیسا کہ عموماً ہوتا ہے تو پھر تو وہی صورت ہو گی جو ٹیلی فون کی ہے۔

اکثر اوقات انٹرنیٹ کے ذریعہ فون استعمال کرتے وقت کیمرہ Web Camera استعمال کیا جاتا ہے۔اگر یہ کیمرہ استعمال کرلیا جائے اور گواہان اور قبول کرنے والا عاقد خود مجیب کو ایجاب کرتا ہوا دیکھ بھی لیں اور اسی اثناء میں ساتھ ساتھ اس کی آواز بھی سن لیں تو پھر تو یہ عقد ایسا مضبوط ہو جائے گا کہ آواز کا اشتباہ بھی ختم ہو جائے گا۔لہٰذا یہ گواہان کسی بھی جگہ اس نکاح کی گواہی دے سکتے ہیں اور اس کے اثبات کے لیے اندھے کی گواہی کے جواز کا سہارا بھی نہ لینا پڑے گا۔

لیکن یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ جواز صرف اسی صورت میں ہے جب تک لوگ اسے محض کھیل تماشہ اور تفریح کا سبب نہ بنالیں۔ورنہ اگر یہ صورت حال محض دل لگی اور تفریح طبع کا سبب بن جائے تو پھر سد ذریعہ کے طور پر ایسا نکاح منعقد نہ ہونے کی رائے اختیار کی جائے گی۔عام حالات میں نکاح جیسے نازک مسئلہ میں وہی روایتی صورت اختیار کی جائے گی جو فقہائے کرام نے مقرر کی ہے۔غالباً اسی احتیاط کے پیش نظر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے مواصلاتی نکاح کو ناجائز قرار دیا ہے(۲۲)۔

لیکن اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ نے دو غائب شخصوں کے درمیان جدید آلات مثلاً ٹیلی فون،فیکس وغیرہ کے ذریعے ہونے والے عقود کو جائز قرار دیتے ہوئے نکاح کو مستثنیٰ کر دیا ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ اس میں گواہ بنانا شرط ہے(۲۳)۔ظاہر ہے کہ سپیکر فون کے ذریعے یہ شرط پوری ہو جاتی ہے۔لہٰذا عین ممکن ہے کہ مجمع کا فیصلہ اس فون کے بارے ہو جو بغیر سپیکر کے ہے

حوالہ جات وحواشی

۱- بطور مثال مندرجہ ذیل کتب وفتاویٰ دیکھیے۔
محمود الحسن گنگوہی، مفتی، فتاویٰ محمودیہ، کراچی، جامعہ فاروقیہ ۲۰۰۵ء، ۱/ ۶۷۸،
محمود، مفتی، فتاویٰ مفتی محمود، لاہور جمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء، ۴/ ۳۶۸،
محمد یوسف لدھیانوی، مولانا، آپ کے مسائل اوران کا حل، کراچی، مکتبہ لدھیانوی، ۱۹۹۸، ۵/ ۴۱،
عبدالواحد، ڈاکٹر مفتی، مسائل بہشتی زیور، لاہور، مکتبۃ الحسن، س۔ن۔۲/ ۳۶،
رحمانی، خالد سیف اللہ، جدید فقہی مسائل، کراچی، زم زم پبلشرز، ۲۰۰۶ء، ۱/ ۱۹۳

۲- ابن نجیم، زین الدین، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، بیروت، دار المعرفہ، ۱۳۱۱ھ، ۵/ ۲۹۳-۲۹۴

۳- ابن عابدین، محمد امین، ردالمحتار علی الدر المختار، بیروت، دار الفکر، ۱۴۲۱ھ، ۳/ ۱۴

۴- ایضاً، ۳/ ۱۲-۱۳

۵- بیھقی، احمد بن الحسین، السنن الکبری، مکۃ المکرّمۃ، دار الباز، ۱۴۱۴ھ، کتاب النکاح، لا نکاح الا بولی مرشد، ۷/ ۱۲۴، ح: ۱۳۴۹۴

۶- ردالمحتار، ۳/ ۱۴

۷- کاسانی، ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰۶ھ، ۶/ ۲۷۲

۸- محولہ بالا

۹- ابن ہمام، محمد بن عبدالواحد السیواسی، فتح القدیر، بیروت، دار الفکر، س۔ن۔، ۷/ ۳۷۸

۱۰- نابینا کی گواہی کی قبولیت وعدم قبولیت کی بحث کے لیے مندرجہ ذیل کتب ملاحظہ ہوں:
۱- بدائع الصنائع، ۶/ ۲۶۸
۲- فتح القدیر، ۷/ ۳۹۷
۳- ماوردی، علی بن حبیب، الحاوی الکبیر، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۴ھ، ۱۷/ ۳۹
۴- ابن رشد، ابوالولید محمد بن احمد، البیان والتحصیل، بیروت، دار الغرب الاسلامی، ۱۴۰۸ھ، ۹/ ۴۴۴
۵- ابن قدامۃ، عبداللہ بن احمد، المغنی، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۵ھ، ۱۲/ ۲۱۸

۱۱- دلائل کے لیے حوالہ بالا کی کتب کے وہی مذکورہ بالا صفحات ملاحظہ ہوں۔

۱۲- زیلعی، عثمان بن علی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، قاھرۃ، دار الکتاب الاسلامی، ۱۳۱۳ھ، ۴/ ۲۱۸

۱۳- میدانی، عبدالغنی، اللباب فی شرح الکتاب، بیروت، دارالکتاب العربی، ص:۳۷۴

۱۴- بدائع الصنائع، ۲/ ۲۵۳

۱۵- محولہ بالا

۱۶- محولہ بالا

۱۷- محولہ بالا

۱۸- بدائع الصنائع، ۲/ ۲۵۵

۱۹- ایضاً، ۳/ ۲۴۳

۲۰- مفتی عبدالواحد کی تحریر مورخہ ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ کی ہے جس کا عکس راقم کے پاس محفوظ ہے۔

۲۱- ملاحظہ ہو

۱- وھبۃ الزحیلی، ڈاکٹر، حکم اجراء العقود بالآت الاتصال الحدیثۃ، مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی، العدد السادس، ترقیم الشاملۃ، ۳/ ۱۲۰۸۰

۲- احمد ابراہیم، حکم اجراء العقود بالآت الاتصال الحدیثۃ، مجلۃ القانون والاقتصاد، السنۃ الرابعۃ، العدد الخامس، ص: ۶۵۶

۳- محمد انور، مفتی (مرتب) خیر الفتاویٰ، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س۔ن۔، ۴/ ۳۷۰-۳۷۱

۴- عبدالحق، مولانا، فتاویٰ حقانیہ، اکوڑہ خٹک، جامعہ دارالعلوم حقانیہ، س۔ن۔، ۴/ ۳۱۱-۳۱۲

۲۲- اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے فیصلہ کے لیے ملاحظہ ہو۔

www.ifa-india.org/urdu/social2.html

۲۳- اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ کے فیصلہ کے لیے ملاحظہ ہو

چھٹی کانفرنس مورخہ مارچ ۱۹۹۰ کی قرارداد نمبر ۵۲ (۶/۳)

www.fiqhacademy.org